فرمایا کہ یہ نادان تھا تو تم نے اسے سمجھایا نہیں اور بھوکا تھا تو کھلایا نہیں ۔ یہ سن کر اُس نے انھیں کپڑا بھی واپس کر دیا اور ایک وسق یا آدھا وسق غلہ بھی دے دیا ۔ (ابو داؤد، نسائی عن عباد بن شرحبیل)

۳ - قال رافع بن عمرو کنت ارمی نخل الانصار فاخذونی فذھبوا بی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رافع لم ترمی نخلھم؟ قلت یا رسول اللہ الجوع، قال لا ترم وکل ما وقع، اشبعک اللہ وارواک ۔ (ابو داؤد، ترمذی)

رافع بن عمرو کہتے ہیں میں ڈھیلے مار مار کر انصار کے نخلستان سے کھجوریں گرا رہا تھا کہ ان لوگوں نے مجھے پکڑ لیا اور حضور کے پاس لائے ۔ حضور نے پوچھا کہ رافع یہ تم ان درختوں پر کلوخ اندازی کیوں کر رہے تھے؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! بھوک نے مجبور کر دیا تھا ۔ فرمایا کہ کلوخ اندازی تو نہ کیا کرو، ہاں ادھر ادھر جو کھجوریں خود ٹپک پڑیں وہ کھا لیا کرو ۔ اللہ تمھیں شکم سیر اور سیراب کرے ۔

۴ - عن ابن عمر قال جاء رجل الی عمر بغلام لہ فقال اقطع یدہ فانہ سرق مرآۃ لامرأتی فقال عمر لا قطع علیہ ھو خادمکم اخذ متاعکم ۔ (مالک)

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ایک شخص اپنے غلام کو لیکر حضرت عمر کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اس کا ہاتھ کٹوائیے کیونکہ اس نے میری بیوی کا آئینہ چرایا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا تمہارا ہی خادم ہے اور تمہارا ہی مال لیا ہے ۔

۵ - ان عبداً من رقیق الخمس سرق من الخمس فرفع ذلک الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یقطعہ وقال مال اللہ سرق بعضہ بعضا (رواہ قزوینی بضعف عن ابن عباس)

خمس (یعنی مال غنیمت کے پانچویں حصے) کے غلاموں میں سے ایک نے مال خمس میں چوری کی ۔ مقدمہ حضور کے پاس آیا تو آپ نے اس کا ہاتھ نہیں کٹوایا، اور فرمایا کہ دونوں ہی خدا کا مال ہیں، ایک نے دوسرے کو چرا لیا تو کیا ہوا ۔

۶ - لا تقطع الایدی فی السفر ۔ (رواہ اصحاب السنن عن بسر بن ارطاۃ مرفوعاً)

حضور نے فرمایا ہے کہ سفر میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں ۔ (سفر سے مراد عام سفر اور سفر جہاد دونوں ہیں)

۷ - ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قضی انہ اذا وجدھا یعنی السرقۃ فی ید الرجل غیر المتھم فان شاء اخذھا بما اشتراھا وان شاء اتبع سارقہ وقضی بذلک ابو بکر وعمر ۔ (نسائی عن اسید بن حضیر) ۔

حضور کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر چوری کا مال کسی ایسے آدمی کے پاس پایا جائے جو چوری سے متہم نہیں تو جتنے

میں اس نے اسے خریدا تھا اتنا دے کر اس سے مال لے لے یا اس کے ذریعے سے اصل چیز کا سُراغ لگائے۔ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کے فیصلے بھی اس کے مطابق ہوئے ہیں۔

۸۔ ان رقیقا لحاطب سرقوا ناقة لرجل من مزینة فانتحروها فرفع ذالك الی عمر فامر كثير بن الصلت ان يقطع ايديهم ثم قال عمر اراك تجيعهم والله لاغرمنك غرما يشق عليك، ثم قال للمزني كم ثمن ناقتك؟ فقال عمر كنت والله امنعها من اربع مائة درهم فقال اعطه ثمان مائة درهم۔ (مالک عن یحیٰی بن عبدالرحمٰن)

حاطب کے غلاموں نے بنی مزینہ کے ایک شخص کی اونٹنی چرائی اور ذبح کر کے چٹ کر گئے، مقدمہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ آپ نے پہلے تو کثیر بن صلت کو ان کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا پھر (حاطب سے) کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم ان غلاموں کو بھوکا رکھتے ہو، لہذا میں تم پر ایسا تاوان لگاؤں گا کہ تمہیں بھی یاد رہے۔ آپ نے اس مزنی سے پوچھا کہ تمہاری اونٹنی کے کیا دام تھے؟ پھر خود ہی فرمایا کہ میں تو اس کے چار سو درہم قیمت لگاتا ہوں اس کے بعد حاطب سے کہا کہ اس مزنی کو آٹھ سو درہم ادا کر دو۔

۹۔ اصحاب سنن کی دوسری روایتوں سے جو عبداللہ عمرو بن العاص سے مروی ہیں۔ حضورؐ کا یہ فیصلہ بھی ثابت ہے، کہ غیر محفوظ مال کی سزا قطع ید نہیں اور درخت میں لگے ہوئے پھلوں کی چوری پر بھی قطع ید نہیں اور نیز ایک خاص مقدار کی قیمت (نصاب) سے کم چوری پر بھی قطع ید کی سزا نہیں بلکہ ان سب صورتوں میں تعزیر ہے یا دوگنا ڈنڈ یا دونوں۔ تعزیر کی مقدار بھی سُن لیجئے۔

مقدار تعزیر:۔ لا یجلد فوق عشرة اسواط الا فی حد من حدود الله (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی عن ہانی بن دینار)

یعنی تعزیری سزا دس کوڑوں سے زیادہ نہ ہونی چاہیئے۔ صرف حد میں مقررہ ضرب لگائی جائیگی۔ (میخواری کی تعزیر اس سے الگ ہے)

اب ان تمام روایات کو یکجا کر کے غور کیجئے تو خلاصہ یہ نکلے گا کہ:

۱۔ حد جاری کرنے میں انتہائی احتیاط لازمی ہے۔ اگر کوئی معمولی سا بہانہ بھی اس سے بچنے کا پیدا ہو سکے، تو اسے اختیار کر لینا چاہیئے۔

۲۔ کوڑے لگانے کا مقصد جان سے مارنا نہیں۔ بلکہ صرف عبرت پیدا کرنا ہے۔

۳۔ یہ سزا بقدر برداشت ہونی چاہیئے۔ (۴) منہ پر نہ مارنا چاہیئے۔

۵۔ قاضی کے سامنے جب مجرم آئے تو اسے ایسا انداز گفتگو اختیار کرنا چاہیئے کہ مجرم اقرار جرم سے پھر جائے اور سزا سے بچ جائے۔

۶۔ ہر چوری پر قطع ید کی سزا نہیں بلکہ بعض کی معافی ہے، اور بعض کا صرف ڈنڈ، بعض کی معمولی تعزیر اور بعض پر اُلٹا انعام بھی۔

۷ - بعض خاص حالات میں بھی قطع ید نہیں - مثلاً سفر میں، قحط میں یا معمولی چیزوں کی چوری پر -

۸ - اگر تعلیم سے یہ مرض دُور ہو سکے تو ـــــ قطع ید کی بجائے یہی کرنا چاہیئے -

دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ اخلاقی تعلیم اور ذہنی تربیت اور ضروریاتِ زندگی مہیا ہونے کے بعد بھی اگر کوئی چوری کریگا تو وہ اجرائے حد کا مستحق ہوگا، یہی صورت حدِ زنا میں بھی ہے - جہاں معاشرے نے جائز نکاح میں ہزار طرح کی مالی اور رواجی رکاوٹیں ڈال رکھی ہیں اور حرامکاری بہ نسبت نکاح کے ہزاروں درجے سہل ہو وہاں جرم زنا پر حد جاری کرنا کوئی انصاف نہ ہوگا، ٹھیک اسی طرح جس طرح ایک بھوک کے مارے کے لئے کچھ غلہ چرا لینے پر حد سرقہ لگانا قرینِ عدل نہیں - مطلب یہ ہے کہ حد وہاں لگتی ہے جہاں جائز وسائل کے موجود ہوتے ہوئے ناجائز ذرائع استعمال کئے جائیں اور ایسی حالت میں حدود و تعزیر سے پہلوتہی کرنا ہزار قسم کے جرائم اور فساد فی الارض کا سبب ہو سکتا ہے -

قطع ید کی وسعتِ معنوی : یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ "قطع ید" کے معنی صرف ہاتھ کاٹنا نہیں، جرم سرقہ کو روکنے کی جتنی تدبیر بھی اختیار کی جائیں وہ سب کی سب قطع ید میں داخل ہیں - ایسا اخلاقی ماحول پیدا کرنا کہ مجرم چوری کی جرأت ہی نہ کرے ایسی ذہنی تربیت دینا کہ اس کا رُخ اعلیٰ اقدار کی طرف پھر جائے اور شدید مجبوری میں بھی صرف اس لئے اس سے باز رہے کہ یہ ضمیر کو خراب کر دیتی ہے - ایسی معاشی ہمواری پیدا کرنا کہ کسی کو چوری کی ضرورت ہی نہ پڑے اور ایسی قانونی و ملکی ہیبت و رُعب قائم کرنا کہ سزا کا تصور ہی اسے اس ارادۂ بد سے روک دے - غرض یہ ساری تدبیریں قطع ید ہی کے مختلف پہلو ہیں - اور نقل کردہ روایات میں لفظاً بھی اور بین السطور میں بھی یہ سب پہلو موجود ہیں لیکن عام طور سے نظر صرف ایک پہلو پر رہتی ہے کہ چور کا پنجہ کاٹ کر اس کی کلائی سے الگ کیا جاتا ہے یا نہیں اس سے انھیں کچھ بحث نہیں ہوتی کہ قطع ید کے دوسرے پہلو بھی ہیں جو زیادہ اہم اور رُوحِ قانون سے زیادہ قریب ہیں - اس قانون کا مقصد جرم سرقہ کو دُور کرنا ہے نہ کہ صرف ہاتھ پر ہاتھ کاٹتے چلے جانا ہاتھ کاٹنا تو ایک آخری تدبیر ہے - اس سے پہلے کی جو تدبیریں ہیں، پہلے ان کو بروئے کار لانا ضروری ہے -

قطع ید کی معنوی وسعتیں : اس موقعے پر "قطع" کے بعض خاص معنوی پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے - اہل لغت قطع لسانہ (اس کی زبان کاٹ دی) کے معنی لکھتے ہیں - اسکتہ، بالاحسان الیہ یعنی اس کے ساتھ نیکیاں کر کے اسے خاموش کر دیا - یہاں قطع لسان سے مراد زبان کو چھری سے کاٹ کر باہر پھینک دینا نہیں، دوسری زبانوں میں بھی ہاتھ کاٹنا بے بس کر دینے کے معنی میں بولا جاتا ہے - "اس نے اپنے ہاتھ کٹوا دیئے" اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی آہنی ہتھیار سے وہ حصّۂ جسم الگ کروا دیا بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنے بچاؤ کی جو صورتیں تھیں وہ ختم ہو گئیں، اپنا اختیار اور اپنا قابو باقی نہیں رہا - پس چوری کو ختم کرنے کی جو بھی تدبیر اختیار کی جائیگی ـــــ خواہ وہ مادی ہو یا اخلاقی، ذہنی ہو یا تعلیمی، معاشی ہو یا تعزیری ـــــ وہ سب کی سب اسی قطع ید میں شمار ہوگی - قاضی کا یہ فرض ہوگا کہ وہ جرم کی نوعیت کو سارق کی ذہنیت، صلاحیت اور نیت کو معاشرے کے احوال و ظروف کو معاشی حالات کو - قومی خصوصیات کو، عام اخلاقی و ذہنی سطح کو غرض بہت سے پہلوؤں کو پیش نظر رکھے پھر کسی حکم سے

سزا اختیار کرے جو زیادہ سے زیادہ موثر اور نتیجہ خیز ہو۔

قابلِ توجہ: اس سلسلے ایک خاص قابلِ توجہ نکتہ یہ ہے کہ قطع ید کے حکم سے چار آیت پہلے ایک بڑا اصولی اور بنیادی حکم بیان ہے

انما جزاؤا الذین یحاربون اللہ و رسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا
او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ط
ذلک لھم خزی فی الحیوۃ الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم ۵ الا الذین
تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم ۵

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں انکی سزا بس یہی ہے کہ انھیں قتل کیا جائے یا انھیں سولی دی جائے یا انکے ہاتھ پاؤں متخالف طرف سے کاٹے جائیں یا انھیں ملک بدر کر دیا جائے یہ ان کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں تو ان کیلئے عذاب عظیم ہی ہے مگر وہ لوگ (مستثنیٰ ہیں) جو قبل اسکے کہ تم ان پر قابو پاؤ باز آجائیں (توبہ کرلیں) تو یہ سمجھ لو کہ اللہ غفور و رحیم ہے۔

اللہ اور رسولؐ سے جنگ کا بالکل وہی مفہوم ہے جو سبوتاژ (SABOTA) کا ہے اسلامی نظام معاشرہ پر جو شخص بھی کسی نوع کی کاری ضرب لگائے وہ سبوتاژ میں داخل ہے۔ ربا خواری کو بھی قرآن نے اللہ و رسولؐ سے جنگ قرار دیا ہے، کیونکہ اسلامی معاشرے پر معاشی نقطۂ نگاہ سے یہ ایک سخت کاری ضرب ہے۔ اہلِ تفسیر کے نزدیک اسلامی حکومت سے بغاوت اور ڈاکے زنی وغیرہ بھی اسی میں داخل ہے، ہمارے نزدیک اسے عام رکھنا ہی بہتر ہے۔ بہرکیف کہنا یہ ہے کہ اللہ اور رسولؐ سے جنگ عام چوری کی بہ نسبت زیادہ بڑا جرم ہے! اور اس کے لئے چار متبادل سزائیں رکھی گئی ہیں۔ قتل، سولی، قطع دست و پا اور نفی من الارض (جس کے معنی ملک بدر کرنا بھی ہیں اور قید کرنا بھی) پھر اس پر مزید رعایت یہ ہے، کہ گرفتار ہو کر سزا پانے سے پہلے اگر ان کے باز آجانے کا یقین ہو جائے، تو انھیں معاف بھی کیا جا سکتا ہے۔ اب اہلِ علم کے لئے محتاجِ غور و فکر صرف یہ نکتہ ہے کہ جب ایک بڑے جرم کے لئے چار متبادل سزائیں ہیں تو اس سے ہلکے جرم یعنی چوری کے لئے صرف ایک ہی سزا کیوں ہے؟ اور اگر بڑا مجرم قید یا ملک بدر کیا جا سکتا ہے تو اس سے کم درجے کے مجرم کو یہی سزا کیوں نہیں دی جا سکتی؟ اس کا جواب یہی دیا جا سکتا ہے کہ قرآنِ پاک میں ایسا ہی ہے، لیکن اس میں پھر ایک سوال پیدا ہو جائے گا کہ اگر قرآن کریم کی لفظی پیروی ہی مقصود ہے تو چور کی دوسری چوری پر اس کا الٹا پاؤں کیوں کاٹا جاتا ہے، جبکہ قرآن میں صرف "فاقطعوا ایدیھما" ہے "فاقطعوا ایدیھما وارجلھما من خلاف" نہیں ہے۔ اس کا جواب یہی ہوگا کہ حدیث شریف میں ایسا ہی آیا ہے لیکن جہاں تک ہم غور کر سکے ہیں، معاملہ یوں ہے کہ یہ حکم حدیث میں یوں ہی نہیں آگیا۔ بلکہ یہ حضورؐ کا اجتہاد تھا اور صحیح اجتہاد تھا جو اسی اوپر کی آیت سے مستنبط ہے، ایسے مخربِ اخلاق انسانوں کو صرف "بے دست" کرنا کافی نہیں بلکہ انھیں "بے دست و پا" کر دینا چاہیئے اور اس کی بہترین شکل "من خلاف" ہی ہے، اسی آیت سے یہ استنباط بھی ہو سکتا ہے کہ جس طرح ایک معاشرے کو

مخرب اثرات سے بچانے کے لئے بڑے مجرم (باغی یا ڈاکو) کو ملک بدر یا قید کی سزا بھی دی جا سکتی ہے اسی طرح اگر قاضی مناسب سمجھے تو چھوٹے مجرم (چور) کو بھی یہ سزا دی جا سکتی ہے خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ ملک کا قید خانہ ایسا ہو جہاں اسے نفسیاتی علاج کے ذریعے ذہنی تربیت دے کر اور کسب معاش کیلئے کوئی ہنر سکھا کر اسے اس عادت سرقہ سے باز رکھنے کا قوی امکان ہو۔ جب چور کو معافی بھی دی جا سکتی ہے اور بعض اوقات وہ الٹا انعام بھی پا سکتا ہے۔ جب بھوک میں کسی کے باغ سے گری پڑی کھجوریں کھا لینے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ جب سفر اور قحط میں قطع ید سے احتراز کیا جا سکتا ہے۔ جب خادم کو اس سزا سے مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے جب ڈنڈ اور معمولی تعزیر پر اکتفا کی جا سکتی ہے ـــ اور ان سب حالات میں قطع ید کے قرآنی حکم سے کوئی تعارض و تناقض لازم نہیں آتا تو کیا صرف ملک بدری اور قید ہی ایک ایسی چیز ہے جو حکم قرآنی کے خلاف جاتی ہے۔ حالانکہ پیش نظر آیت میں اس کا صاف اشارہ موجود ہے۔

عباد بن شرحبیل کی روایت اوپر گزر چکی ہے۔ اسے غور سے دیکھئے تو اس میں ایک بڑا بنیادی نکتہ ملیگا۔ جس کھیت سے کچھ غلہ عباد بن شرحبیل نے لیا تھا اور کھیت والے نے اسے مار کر اس سے کپڑا بھی چھین لیا تھا اس سے حضورؐ نے یہ فرمایا کہ ما علمتہ اذ کان جاھلا ولا اطعمتہ اذ کان ساغباً (یہ نادان تھا تو تم نے اسے کوئی تعلیم نہیں دی اور بھوکا تھا تو کھانا نہیں کھلایا) حضورؐ نے اسے کوئی سزا نہیں دلوائی، بلکہ خود کھیت والے سے اس کا کپڑا واپس کر کے بہت سا غلہ بھی دلوایا۔ حضورؐ نے دراصل ایک بنیادی نکتہ ارشاد فرما دیا ہے یعنی چوری کی سزا سے پہلے دو چیزیں ضروری ہیں۔ ایک اخلاقی و ذہنی تعلیم و تربیت اور دوسرے معاشی سہارا۔ پس اگر قید کر کے ان دو بنیادی چیزوں کا بندوبست کر دیا جائے ـــ خواہ تجربے ہی کے طور پر سہی ـــ تو یہ قرآن کی مخالفت نہیں بلکہ عین منشائے قرآنی کی تکمیل ہے۔

ایک اور نکتہ:۔ اس سلسلے میں ایک نکتہ اور بھی قابل غور ہے اوپر کی زیر بحث آیت میں ڈاکوؤں اور باغیوں یا دوسرے سبوتاژ کرنے والوں کی سزا بیان کرنے کے بعد ارشاد قرآنی ہے کہ:

الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم ۰

یہ مجرمین اگر اپنی حرکتوں سے باز آ جائیں قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پاؤ (گرفتار کرو) تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

اب ذرا چور کی سزا بھی سنئے:

والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ ۰ واللہ عزیز حکیم ۰
فمن تاب من بعد ظلمہ واصلح فان اللہ یتوب علیہ ان اللہ غفور رحیم ۰

سارق اور سارقہ کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ انکے کرتوت کی سزا بھی ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت بھی یقیناً اللہ عزیز و حکیم ہے
پھر جو اپنی زیادتی کے بعد توبہ کرلے اور اصلاح بھی کرلے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرمالیگا۔ اللہ یقیناً غفور و رحیم ہے۔

غور کرنے کی بات صرف یہ ہے کہ محاربہ (سبوتاژ) عام سرقے سے بڑا جرم ہے۔ ایسے محاربین چاروں قسم کی سزاؤں سے محفوظ